ابو عمار زاہد الراشدی

ہمارا علمی و ثقافتی ورثہ ۔۔۔ انڈیا آفس لائبریری لندن

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں پہلی بار ۸۵ء میں جانے کا اتفاق ہوا تھا جب میرے ایک انتہائی مشفق دوست ارشد میر ایڈووکیٹ مرحوم زندہ تھے۔ ارشد میر مرحوم پنجابی ادب کی جانی پہچانی شخصیت تھے اور ان دنوں لندن گئے ہوئے تھے۔ وہاں ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ انڈیا آفس لائبریری میں جانا چاہیے۔ چنانچہ ایک دن ہم نے اس کے لیے فارغ کیا اور برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری گئے۔ لائبریری میں سلیم قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی جو برٹش لائبریری کے جنوبی ایشیا کی زبانوں کے سیکشن انچارج ہیں۔ انہوں نے ہمیں لائبریری کی ممبر شپ کا کارڈ بھی بنا کر دیا جو چار سال کے لیے تھا لیکن اس کے بعد پھر وہاں جانے کا موقع میسر نہیں آیا۔

اس سال پاکستان کے نامور خطاط اور معروف روحانی پیشوا حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نفیس رقم ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے برطانیہ آئے تو ان کی ترغیب اور تلقین کی وجہ سے انڈیا آفس لائبریری میں جانے کا ذوق ایک بار پھر بیدار ہو گیا۔ شاہ صاحب کا کتابی ذوق بہت عمدہ اور ان کے نام کی طرح نفیس ہے۔ نایاب کتابوں اور مخطوطات کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے لیے اپنے تمام وسائل استعمال میں لاتے ہیں اور پھر وہ کتابیں صرف ان کی لائبریری کی زینت نہیں بنتیں بلکہ مسلسل مطالعہ کے مراحل سے گزر کر قلب و ذہن کی گہرائیوں میں بھی محفوظ ہو جاتی ہیں۔ تاریخی اور حضرات صوفیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کے حالات ان کے خصوصی مضامین ہیں چنانچہ کسی مجلس میں انہیں ان کی دلچسپی کے کسی موضوع پر چھیڑ دیں تو معلومات کا تذکرہ ایک خاص ترتیب سے شروع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے انسانوں کی کسی محفل میں نہیں بلکہ کتابوں کے جھرمٹ میں بیٹھے ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس بات پر بطور خاص زور دیا کہ انڈیا آفس لائبریری کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنا چاہئے اور وہاں کے علمی ذخیرے سے استفادہ کرنا چاہئے چنانچہ چند دوستوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ۲۹ اگست ۹۷ء کو ہم لائبریری میں جا پہنچے۔ انڈیا

آفس لائبریری اس وقت برٹش لائبریری کے ایک حصے کے طور پر کام کر رہی ہے اور اس میں برصغیر پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش اور برما سے متعلق گزشتہ کئی صدیوں کا علمی ذخیرہ اور تاریخی ریکارڈ محفوظ ہے۔ جنوبی ایشیا کی زبانوں کے سیکشن کو اب بھی سلیم قریشی صاحب ہی ڈیل کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں لائبریری کے مختلف شعبے دکھائے اور بہت سی معلومات فراہم کیں۔

ہمارے وفد میں میرے علاوہ ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا عیسیٰ منصوری' ختم نبوت سنٹر لندن کے انچارج الحاج عبد الرحمٰن باوا' جامع مسجد فنس بری پارک لندن کے خطیب مولانا قاری محمد عمران خان جہانگیری اور آسٹریلیا سے آئے ہوئے ہمارے دوست مولانا سید اسد اللہ طارق گیلانی شامل تھے۔

انڈیا آفس لائبریری میں سلطان ٹیپو شہیدؒ کا مکمل کتب خانہ منتقل کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد متحدہ ہندوستان کا جو علاقہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تحویل میں آیا' وہاں کے کتب خانوں اور ریکارڈ کو لندن بھجوا دیا گیا جو اس لائبریری میں موجود ہے۔ خود ایسٹ انڈیا کمپنی کا اپنا ریکارڈ اس کے قیام سے لے کر ۱۸۷۵ء تک یہاں محفوظ ہے۔ سلطان ٹیپو شہیدؒ کی لائبریری کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ بہت بڑی لائبریری تھی اور اس میں سے ایک کتاب سلیم قریشی صاحب نے ہمیں دکھائی جو دوسری ریاستوں کے ساتھ سلطان ٹیپو شہید کی خط وکتابت کے بارے میں ہے۔ ٹیپو شہیدؒ سرکاری طور پر جو خطوط لکھتے رہے' اس کتاب میں نقل کرا لیتے تھے۔ ان میں سے بعض خطوط پر سلطان شہیدؒ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ انگریزی دور کا سرکاری ریکارڈ تمام کا تمام اس لائبریری میں ہے۔ برصغیر میں فرنگی اقتدار کے دور میں جو کتابیں طبع ہوئی ہیں' ان سب کا ایک ایک نسخہ لائبریری میں محفوظ کیا گیا ہے اور جو کتابیں ضبط کی گئی ہیں' انہیں بھی تاریخ کے اس ریکارڈ میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس لائبریری میں فارسی' اردو' عربی' سنسکرت اور پنجابی سمیت برصغیر میں بولی اور لکھی جانے والی بیشتر زبانوں میں کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور محققین اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اہل تشیع کی فقہی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کا عربی نسخہ ہم نے دیکھا جس پر ۷۷۱ھ کا سن لکھا ہوا ہے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر مرحوم کا نکاح نامہ بھی محفوظ ہے اور سلیم قریشی نے ہمیں قرآن کریم کے دو نسخے بھی دکھائے جو قدیم ترین نسخے کہلاتے ہیں۔ ایک نسخہ چند سورتوں پر مشتمل ہے جس کے آخر میں درج ہے کہ اسے حضرت امام حسینؓ نے لکھا ہے۔

دوسرا نسخہ مکمل قرآن کریم کا ہے جس کے اختتام پر لکھا ہے "کتبہ عثمان بن عفان" کہ اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ نسخہ مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس رہا ہے اور اس پر بادشاہ ہمایوں، جلال الدین اکبر، شاہجہاں کے علاوہ ایران کے صفوی حکمرانوں کی مہریں ثبت ہیں۔ سلیم قریشی کا کہنا ہے کہ سرکاری ریکارڈ کے بارے میں قانون یہ ہے کہ اسے تیس سال کے بعد محققین اور مورخین کے استفادہ کے لیے اوپن کر دیا جاتا ہے لیکن بعض اہم امور کے بارے میں لائبریری کی انتظامیہ پابندی بھی لگا دیتی ہے۔ مثلاً" خلافت کی تحریک کے بارے میں ریکارڈ اب تقریباً" پون صدی کے بعد اوپن کیا گیا ہے اور اس پر مختلف سکالرز کام کر رہے ہیں۔

سلیم قریشی نے اس سلسلہ میں ایک دلچسپ حقیقت کا انکشاف کیا کہ تحریک خلافت کے دوران تحریک کے قائد مولانا محمد علی جوہر مرحوم پر تحریک کے نام پر جمع ہونے والے اٹھارہ لاکھ روپے کے غبن کا الزام لگا تھا جس کے بعد تحریک خلافت نے دم توڑ دیا تھا۔ اس کے بارے میں ریکارڈ سے جو حقیقت منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اٹھارہ لاکھ روپے تحریک خلافت کے نام پر جمع ہوئے تھے جنہیں مولانا جوہر مرحوم نے سرکاری بینکوں میں اس خطرہ سے جمع نہیں کرایا تھا کہ ضبط کر لیے جائیں گے۔ بلکہ انہیں ایک مسلمان سرمایہ کار سیٹھ چھوٹانی مرحوم کے پرائیویٹ بینک میں جمع کروایا تھا چنانچہ سرکاری طور پر سازش کی گئی اور مختلف بینکوں کو سیٹھ چھوٹانی کے ساتھ ایک بہت بڑے پراجیکٹ میں شریک کر کے وہ رقم وہاں لگوا دی گئی اور پھر اس پراجیکٹ کو اقتصادی طور پر ناکام بنوا کر رقم ڈبو دی گئی جس کے واپس نہ ملنے پر مولانا محمد علی جوہر مرحوم اس الزام کی زد میں آئے اور پھر تحریک خلافت بھی اس رقم کے ساتھ ہی ڈوب گئی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرنگی حکمرانوں نے اپنے خلاف تحریکوں کو ناکام بنانے کے لیے کیا کیا حربے اختیار کیے تھے۔

انڈیا آفس لائبریری میں موجود تمام تر علمی ذخیرے اور سرکاری ریکارڈ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ اب بھی قانونی طور پر پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کی حکومت کی ملکیت ہے لیکن ملک کی تقسیم کے بعد ان کتابوں اور ریکارڈ کی تقسیم کا کوئی فارمولا طے نہ ہو سکا جس کی وجہ سے یہ علمی، ثقافتی اور تاریخی وراثت ابھی تک برصغیر کے باشندوں کو واپس نہیں مل سکی۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے، جب وہ بھارت کے وزیر تعلیم تھے، یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور

پاکستان کی حکومت کے ساتھ گفت وشنید بھی کی تھی مگر تقسیم کے کسی فارمولے پر اتفاق نہ ہو سکنے کی وجہ سے صورت حال جوں کی توں رہی اور اب بھی یہ عظیم ترین علمی ذخیرہ اور ریکارڈ برصغیر کی حکومتوں کی ملکیت ہونے کے باوجود سابق حکمرانوں ہی کے قبضے میں ہے اور برٹش لائبریری اسے کنٹرول کر رہی ہے۔

انڈیا آفس لائبریری کو دیکھنے کے بعد سب سے پہلے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یہ علمی ڈکیتی کی کتنی افسوسناک شکل ہے کہ پورے برصغیر کو علمی وراثت سے محروم کر کے فرنگی حکمرانوں نے اس علمی ذخیرے کو اپنی جھولی میں ڈال لیا اور برصغیر کے باشندوں کے مال و دولت اور صنعت وحرفت کے ساتھ ساتھ ان کے علمی اداروں کو بھی لوٹ لیا۔ مگر میری عادت ہے کہ کسی بھی معاملہ کے صرف ایک پہلو کو نہیں دیکھتا بلکہ منفی کے ساتھ مثبت اور مثبت کے ساتھ منفی پہلو پر بھی ضرور نظر رکھتا ہوں۔ اس لیے اپنے ساتھ جانے والے دوستوں سے میں نے کہا کہ ہمیں ایک بات پر اپنے انگریز حکمرانوں کا بہرحال شکرگزار ہونا پڑے گا کہ انہوں نے ہمارے کتب خانوں کے ساتھ تاتاریوں والا سلوک نہیں کیا۔ ورنہ ہندوستان میں بھی بہت سے دریاؤں کا پانی سیاہ ہو سکتا تھا۔ انہوں نے ہمارے کتب خانوں کو لوٹا تو سہی مگر اپنے پاس محفوظ کر لیا جو آج بھی محفوظ حالت میں موجود ہیں اور اگر ہمیں ان کی قدر وقیمت کا صحیح طور پر احساس ہو اور تھوڑی ہمت حمیت بھی جاگ جائے تو علم، ثقافت اور تاریخ کا یہ عظیم ترین ذخیرہ اور ورثہ واپس لینا بھی کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ خدا کرے کہ یہ بات ہمارے حکمرانوں کی سمجھ میں آجائے۔ آمین ثم آمین۔

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے سہ ماہی مجلہ "الشریعہ" کی

جنوری ۹۸ء کی اشاعت

امریکہ اور عالم اسلام

کے موضوع پر منتخب تحریروں اور ممتاز اہل قلم کی نگارشات پر مشتمل ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

(ادارہ)